روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون 213029
CPL 61
جلد 47-82 نمبر 140 | جمعہ 21 صفر المظفر ۔ 1418ھ 27 احسان 1376 ہش 27 جون 1997ء

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کینیڈا سے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کے لائیو خطابات کا پروگرام

احباب جماعت کو خوشی سے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ امریکہ کی جماعت کے جلسہ سالانہ کے بعد جماعت احمدیہ کینیڈا کے جلسہ سالانہ سے بھی حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کے خطابات لائیو (براہ راست) احمدیہ ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ ہونگے۔ پروگرام درج ذیل ہیں۔ یہ اوقات پاکستانی وقت کے مطابق ہیں۔

27- جون بروز جمعہ افتتاحی خطاب۔	رات 10 سے 30-12 بجے
28- جون بروز ہفتہ خطاب۔	رات 8 سے 10 بجے
29- جون بروز اتوار اختتامی خطاب۔	رات 9 سے 11 بجے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

یاد رکھو کہ فضائل بھی امراض متعدیہ کی طرح متعدی ہونے ضروری ہیں۔ (صاحب ایمان) کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو اس درجہ پر پہنچائے کہ وہ متعدی ہو جائیں۔ کیونکہ کوئی عمدہ سے عمدہ بات قابل پذیرائی اور واجب التعمیل نہیں ہو سکتی' جب تک اس کے اندر ایک چمک اور جذب نہ ہو۔ اس کی درخشانی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور جذب ان کو کھینچ لاتا ہے اور پھر اس فعل کی اعلیٰ درجہ کی خوبیاں خود بخود دوسرے کو عمل کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ دیکھو! حاتم کا نیک نام ہونا سخاوت کے باعث مشہور ہے۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خلوص سے تھی۔ ایسا ہی رستم و اسفندیار کی بہادری کے فسانے عام زبان زد ہیں' اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ خلوص سے تھے۔ میرا ایمان اور مذہب یہ ہے کہ جب تک انسان سچا (صاحب ایمان) نہیں بنتا' اس کے نیکی کے کام خواہ کیسے ہی عظیم الشان ہوں۔ وہ ریاکاری کے ملمع سے خالی نہیں ہوتے' لیکن چونکہ ان میں نیکی کی اصل موجود ہوتی ہے اور یہ وہ قابل قدر جوہر ہے' جو ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے بایں ہمہ ملمع سازی و ریاکاری' وہ عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 138)

سانحہ ارتحال

○ مکرم فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم چوہدری محمد عبداللہ صاحب ابن حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مورخہ 24- اور 25 جون 1997ء کی درمیانی شب انتقال فرماگئیں۔ آپ کی عمر قریباً 75 برس تھی۔ موصوفہ کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔ احباب کرام سے موصوفہ کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

○ مکرم ملک بشیر احمد صاحب ڈوگر صدر جماعت احمدیہ عہدی پور ضلع نارووال مورخہ 97-6-14 کو وفات پا گئے۔ مورخہ 97-6-15 کو عہدی پور میں جنازہ مکرم مغفور احمد صاحب منیب نائب ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے پڑھایا۔ موصوف کی میت اسی روز ربوہ لائی گئی۔ بعد عصر بیت المبارک میں مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور نے جنازہ پڑھایا بہشتی مقبرہ میں تدفین مکمل ہونے پر مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب وکیل المال ثانی تحریک جدید نے دعا کروائی۔

موصوف مکرم ریاض احمد صاحب ڈوگر مربی سلسلہ L-11-6 ضلع ساہیوال کے والد محترم تھے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

درخواست دعا

○ مکرم چوہدری ناصر احمد صاب سابق قائد سرگودھا شہر (مینیجر یو بی ایل) دو مربیان کرام کے ہمراہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اپنی موٹر پر جا رہے تھے کہ ٹائی راڈ کھلنے سے شدید حادثہ پیش آیا۔ مربیان سلسلہ تو محفوظ رہے مگر چوہدری صاحب کو متعدد چوٹیں آئیں اور بایاں بازو فریکچر ہو گیا۔ کافی خون بہا اور گذشتہ دو دن سے 104 درجہ بخار ہے۔ ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ جماعت احمدیہ حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے سیکرٹری مال مکرم منیر احمد سنوری صاحب کے والد محترم نور احمد سنوری صاحب راولپنڈی کو لاہور میں دل کا اٹیک ہوا ہے اور اتفاق ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

○ مکرم اعجاز احمد کھوکھر صاحب لاہور گذشتہ دو ماہ سے معدے کی تکلیف کی وجہ سے بہت بیمار ہیں ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ناشکر گذار انسان کبھی سکھ حاصل نہیں کر سکتا

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

بہت سے لوگ دنیا میں اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ ان کی طبیعت شکر گزاری اور احسان کی شناخت کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ جس قدر بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوں یا بندوں کی طرف سے احسان ہوں ان کی تسلی نہیں ہوتی وہ کبھی بھی اپنی حالت پر مطمئن نہیں رہتے۔ علاوہ اس کے اس قسم کی طبیعت کا انسان ناشکری اور احسان فراموشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو کبھی اپنے نفس کے اندر سکھ معلوم نہیں ہوتا۔ جلن ہی لگی رہتی ہے۔ اور ہر وقت اس کے لئے تکلیف اور دکھ کے دروازے ہی کھلے رہتے ہیں کیسے ہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے وہ دکھ میں ہی ہوتا ہے اور یہ عذاب اس کی اپنی جان پر ہی ہوتا ہے اگر واقعہ میں بھی کوئی اسے دکھ دینے والا نہیں ہے اگر اس کے حقوق کی حق تلفی کرنے والی کوئی جماعت نہیں ہے تو وہ بھی آرام میں نہیں ہے اور خواہ مخواہ دکھ میں ہے۔ اس قسم کی طبائع کبھی خوش نہیں ہو سکتیں۔ بہت مالدار جن کے پاس کروڑوں روپے ہیں۔ ایسے نکلیں گے کہ وہ بادشاہوں کی تنخواہیں دے سکتے۔ لیکن ان میں سے بہت ایسے ہوں گے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم مطمئن ہو تو وہ کہیں گے کہ ابھی ہمارا فلاں کام رکا پڑا ہے۔ فلانہ ٹھیکہ پورا ہو جائے تو مطمئن ہو جائیں وہ تمام مال اور دولت جو بینکوں میں جمع ہے اس کے کسی مصرف کا نہیں بلکہ وہ دکھ میں ہے لیکن یہ دکھ اس کا خود پیدا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا۔ مال کے لحاظ سے اوروں پر فضیلت ہے لیکن اس کا دل ابھی اور کی خواہش میں ہے۔ غرض بہت سے لوگ جنت میں ہو کر اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالتے ہیں۔ آرام میں

باقی صفحہ 7 پر

اصل رازق خدا تعالیٰ ہے وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں ہوتا

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ

قیمت
2 روپے 50 پیسے

27- احسان 1376 ہش 27- جون 1997ء

صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی آواز سنیں

یوں تو خدا تعالیٰ جسے چاہے بخش سکتا ہے وہ کسی کی چھوٹی سی بات کی اتنی پذیرائی کر سکتا ہے کہ وہ شخص بھی حیران ہو جائے اور دوسرے لوگ بھی، لیکن اس کو قاعدہ بنا کر انسان کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شائد خدا تعالیٰ مجھے بخش ہی دے- میں جو چاہوں کرتا رہوں کوئی نہ کوئی تو میری اچھی بات خدا کو پسند آجائے گی اور وہ مجھے بخش دے گا- ہمیں بہرحال اصولوں کے مطابق چلنا چاہئے- بخشے جانے کے لئے، خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے، ہمیں جو کچھ کرنا لازم ہے وہ ضرور کرنا چاہئے- خدا تعالیٰ کے بندے بن جانا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے بندے بننے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم صرف اور صرف خدا کی بات سنیں- خدا کے احکام مانیں- جب کسی اور طرف سے ہمیں کوئی آواز آئے اور وہ خدا تعالیٰ کی آواز کے خلاف ہو تو ہم فوری طور پر اسے ٹھکرادیں- اگر ہم اس کے متعلق بھی سوچنے لگیں کہ شائد ہمیں اس پر عمل کر ہی لینا چاہئے تو ہمارے غلط راستے پر چل نکلنے کا وہ پہلا قدم ہو گا- اور جب انسان پہلا قدم اٹھالیتا ہے تو اس کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا ہے اور غلط راستے پر پہلا قدم اٹھایا ہوا اسے ہمیشہ غلط راستے پر ہی لے جائے گا- صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی آواز ایسی ہے جس پر ہمیں سوچنے کی بھی ضرورت نہیں- وہ ہمارا خالق ہے وہ ہمارا مالک ہے- وہ ہماری بہبود چاہتا ہے اس سے ہم کبھی یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ ہماری مضرت رسانی کے سامان پیدا کرے گا- ہم خود پیدا کریں تو یہ اور بات ہے لیکن خدا تعالیٰ کو اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ ہمارے لئے مضرت رسانی کے سامان پیدا کرے-

ہر شخص کی یقیناً یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس دنیا سے جب وہ دوسری دنیا میں جائے تو وہاں اس کی زندگی یہاں کی زندگی سے بھی بہتر ہو لیکن ایسا ہو کس طرح سکتا ہے- اس کے لئے اصول یہ ہے کہ انسان اس زندگی میں عباداللہ بنا رہے- عبادالرحمان میں شامل ہو اور مرتے وقت تک اس کی یہ کیفیت جاری رہے- بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اچھے سے اچھا انسان مرنے سے کچھ دیر پہلے ایسا بھٹک جاتا ہے کہ وہ عباداللہ کی بجائے شیطان کا بندہ بن جاتا ہے- گویا کہ ساری زندگی کے کئے ہوئے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں- وہ یہ توقع نہیں کر سکتا کہ اس حالت میں دوسری دنیا میں جاتے ہوئے اس کی پذیرائی کی جائے- اس پر انعام نچھاور کئے جائیں-

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ساری زندگی خدا تعالیٰ کا بندہ بنے اور موت تک خدا تعالیٰ ہی کا بندہ رہے- ایسا کرنے سے اس کی دوسری زندگی اس زندگی سے زیادہ بہتر ہو سکتی ہے اور جیسا کہ ہم نے کہا ہے- ایسا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی آواز کی طرف دے توجہ دے- اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت امام جماعت الرابع (ہماری دلی دعائیں آپ کے لئے) نے خطبہ میں فرمایا-

"جب تک انسان ایسی حالت میں جان نہ دے کہ وہ عباداللہ میں شامل ہو چکا ہو یا عبادالرحمان میں شامل ہو چکا ہو اس وقت تک اس کی آئندہ زندگی کے اچھے ہونے کے متعلق کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی- اس کا برا ہونا بھی لازم نہیں- کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو جس کو چاہے جیسے چاہے بخش دے- مگر وہ شخص جو مرتے وقت خدا کا بندہ نہ بن سکا اس کے متعلق یہ یقیناً کہہ دینا کہ وہ آئندہ زندگی میں نیک اجر پائے گا یا ضرور بخشا جائے گا- یہ محض وہم و گمان ہے اور عمومی قاعدے کے خلاف ہے-

تو سوال یہ ہے کہ کتنے ہیں جو اس دنیا میں جیتے جی خدا کے بندے بن چکے ہوتے ہیں- جب ہم خدا کے بندوں کی صفات پر غور کرتے ہیں جیسا کہ عبادالرحمان کی صفات میں نے آپ کے سامنے کھول کے رکھی ہیں تو ہر شخص اگر اپنے آپ کو کرید کر دیکھے اور تقویٰ رکھتا ہو، کچھ بھی انصاف سے کام لے، تو اسے ہر دفعہ اپنے ضمیر کو کریدنے پر ایسے نشان دکھائی دیں گے جو خدا کے بندے ہونے کے خلاف گواہی دیتے ہیں- اگر کلیتاً نہیں تو کہیں نہ کہیں ہر انسان کبھی شیطان کا بندہ بن چکا ہوتا ہے، اور اکثر آدمی اکثر صورتوں میں خدا کے سوا شیطان ہی کی عبادت کرتے ہوئے زندگی بسر کر دیتے ہیں- کیونکہ جب نفس کی عبادت کرتے ہیں وہ شیطان کی عبادت ہے- جب خدا کے احکامات کے بالکل برعکس ایک اپنا طریق ڈھالتے ہیں تو وہ صراط مستقیم تو بہرحال نہیں اور اللہ کے بندوں کے متعلق یہ شرط ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں- وہ جب صراط سے بھٹکتے ہیں تو کسی آواز پہ بھٹکتے ہیں- کسی اور منظر نے توجہ پھیری ہے اپنی طرف- تب جا کر بھٹکتے ہیں- ورنہ سیدھے راستے پر چلتا ہوا کون ہے جو اس سے الگ ہٹ کر قدم رکھ دے پس جہاں بھی غیر کی آواز سنائی دیتی ہے اور آپ اس پر توجہ دیتے ہیں وہی موقعہ ہے آپ کی شیطان کی غلامی کو قبول کرنے کا-"

اس ارشاد میں متعدد باتیں ہمارے لئے قابل غور اور واجب العمل ہیں- پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے معاملات کو کرید کر دیکھنا چاہئے اور تقویٰ کی نظر سے دیکھنا چاہئے اور فیصلہ انصاف سے کرنا چاہئے- اگر ہم کریدیں گے نہیں تو ہمیں کچھ نظر نہیں آئے گا- ہم یہ کہہ کر کہ 'سب ٹھیک ہے آگے چلتے چلیں گے- کریدنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات کے متعلق یہ سوچا جائے یہ کیسی ہے ہم نے کیوں کی ہے نہ کرتے تو کیا حرج تھا- کرلی ہے تو کیا فائدہ ہے- اس طرح کریدیں اور تقویٰ کی نظر سے کریدیں- یعنی خدا تعالیٰ کی محبت اور خدا تعالیٰ کا ڈر ہمارے پیش نظر ہو- اگر ہم خدا تعالیٰ کی محبت اور خدا تعالیٰ کے ڈر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو کریدیں اور پھر انصاف سے کام لیں- یہ نہیں کہ ایک طرف جھک جائیں یا دوسری طرف جھک جائیں بلکہ جو بات ہمیں صاف صاف نظر آتی ہے اور جس پر ہمارا ضمیر مطمئن ہوتا ہے اسے ہمیں ٹھیک سمجھنا چاہئے اور ٹھیک سمجھتے ہوئے اس راستے پر چلتے رہنا چاہئے- ضمیر کو اگر جھنجھوڑا جائے تو انسان اکثر اوقات اپنے میں ایسی ایسی خرابیاں دیکھتا ہے کہ وہ خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ کاش میں نے یہ کچھ نہ کیا ہوتا- یہ کچھ نہ کیا ہوتا کا وقت تو گزر چکا ہوتا ہے- کم از کم آئندہ تو وہ ایسا نہ کرے-

پس ایک تو یہ بات کہ ہمیں اپنے اعمال کو کریدنا چاہئے- کریدنا تقویٰ کی نظر سے چاہئے اور کام انصاف سے لینا چاہئے- پھر ہمیشہ یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ ہم کس کی آواز پر آگے بڑھ رہے ہیں- صرف خدا تعالیٰ کی آواز پر آگے بڑھنا چاہئے- جو خدا کہتا ہے وہ کرنا چاہئے- جو وہ کہتا ہے نہ کرو اس سے بچنا چاہئے- اسی لئے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب کسی اور طرف سے آواز آتی ہے اور ہم اس کی طرف توجہ دیتے ہیں تو گویا کہ ہماری توجہ خدا تعالیٰ کی آواز کی طرف سے ہٹ جاتی ہے-

پس یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی آواز سنیں اس پر عمل کریں- باقی تمام آوازوں کو رد کردیں- اگر ہم ایسا کر سکیں تو یقیناً ہم خدا تعالیٰ کے بندے بن سکتے ہیں اور دوسری دنیا میں اس دنیا سے بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں- اگر ہم ایسا خدانخواستہ نہ کر سکیں اور دوسروں کی آواز پر توجہ دینے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے جانتے بوجھتے یا شائد انجانے میں شیطان کی غلامی قبول کرلی ہے-

پس اس ارشاد میں یہ بات کہ اپنے اعمال کو کریدیں اور کس طرح کریدیں اور انصاف سے کس طرح کام لیں اور ہم کس کی آواز کی طرف توجہ دیں اور کس کے احکام مانیں اور کس کے پیچھے چلیں- یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو ہر وقت ہمارے سامنے رہنی چاہئیں- اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے-

ہر اعتراض مجھ پہ ہے قندیل کی طرح
چلتا ہوں اس کو دیکھ کے دشوار راہ پر
بڑھتا ہے میرا پیار میرے ناقدین سے
در کھل رہے ہیں علم کے میری نگاہ پر
غم اور خوشی کو رکھتا ہوں میں اپنے ساتھ ساتھ
گھبرا نہ جائیں آپ مری آہ آہ پر

ابوالاقبال

مولانا عبدالباسط شاہد

ایک مثالی رہنما

دنیا میں جتنے بھی نامور لیڈر گزرے ہیں ان کی نمایاں مشترکہ خوبی یا خصوصیت ان کی یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی زیر قیادت فوج یا جماعت میں قربانی کی روح اور جوش عمل پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک اچھا سپاہی یا ایک اچھا شہری بھی قابل قدر ہوتا ہے مگر اچھے لیڈر تو اچھے سپاہی اور اچھے شہری بناتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ عزت و شہرت کے آسمان پر دائمی عزت کے حق دار قرار پاتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت الثانی نے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اپنی نوجوانی قابل رشک خوبیوں کے ساتھ بسر کی اور جب عین عالمی جوانی میں آپ منصب قیادت پر فائز ہوئے تو خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ اپنے بہت ہی محدود ذرائع اور بہت ہی چھوٹی سی غریب جماعت کو اس طرح منظم کر دیا کہ وہ جوش و جذبہ سے پر ہو کر شاندار قربانیاں پیش کرنے کی یادگار مثالیں قائم کرنے لگے۔ آپ نے بڑے ہی سوچے سمجھے طریق پر جماعت کے سامنے اپنا لائحہ عمل رکھا جو یقیناً کلام الٰہی کی روشنی میں مرتب کیا گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ لائحہ عمل اس عمر میں مرتب و پیش کیا گیا تھا جو آپ کی عمر کا ابتدائی دور تھا اور جسے جماعت کے بعض "سربر آوردہ" کارکن اور عہدیدار اپنے خیال خام میں بچپن سے یاد کرتے تھے اور اپنی گفتگو میں آپ کو "بچے" کے لفظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کی ابتدائی دور کی وہ تقاریر جن میں آپ نے اپنی ترجیحات بیان فرمائی تھیں آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہیں کہ آپ نے ان میں وہ رہنما اصول بیان فرمائے تھے جو ہمیشہ ہی کار آمد مفید ثابت ہوئے اور جن سے کوئی بھی رہنما وہ کتنا ہی تجربہ کار اور سمجھدار ہو اپنے آپ کو الگ نہیں رکھ سکتا۔

آپ نے اپنی زندگی ایک مستعد پر جوش کارکن کے طور پر شروع کی اور جب آپ منصب قیادت پر فائز ہوئے تو آپ کے نمونے اور جذبے کے پیش نظر آپ کے قریبی ساتھیوں کو یہ یقین تھا کہ آپ جو کہتے ہیں اس پر خود بھی پوری طرح عمل پیرا ہوتے ہیں اس لئے آپ کے ساتھیوں میں بھی یہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ آپ کی بتائی ہوئی ہر بات کی پوری طرح اطاعت کی جائے۔ حضرت صاحب نے اپنے بیان کردہ لائحہ عمل کو جب عملی صورت دی تو ہماری صدر انجمن احمدیہ اور نظارتوں کی موجودہ شکل پیدا ہوئی اس انجمن کے کام کو چلانے کے لئے آپ کو جو ساتھی ملے وہ یقیناً اس جذبہ قربانی سے سرشار تھے جو خود آپ کی سیرت میں موجود تھا۔ اس طرح کامیابی کا پہلا ظاہری سامان آپ کو میسر آ گیا۔

حضرت صاحب نے اپنی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی خاطر وقف رکھی اور کبھی بھی اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کرکے کچھ حصہ خدا کے لئے اور کچھ اپنے لئے الگ نہ کیا تن من دھن تو قربان کیا ہی تھا آپ نے اپنی اولاد۔ تیرہ بیٹوں کو وقف کیا آپ کی سیرت اور عملی نمونہ سے جماعت بھی قربانی کے اس جذبہ سے سرشار ہو گئی اور پڑھے لکھے معزز عہدوں پر فائز نوجوان اپنے امام کی آواز پر اپنی زندگیاں وقف کر کے خدمت کے ایسے میدان میں مصروف عمل ہو گئے جہاں قدم قدم پر دوسری قربانیوں کے علاوہ جذبات کی قربانی بھی پیش کرنی پڑتی تھی۔

قادیان میں ایک خطرہ کے وقت لاہور میں احمدیہ ہوسٹل کے احمدی نوجوان اپنے امیر حضرت چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کی قیادت میں قادیان پہنچ گئے اور اس جذبہ قربانی کے ساتھ کہ جب بٹالہ سٹیشن سے آگے کسی سواری کا بندوبست کرنے میں وقت کے ضیاع کا خطرہ تھا تو نوجوانوں کو یہ دیکھ کر عجیب حیرت ہوئی کہ ان کا امیر تو امام کی اطاعت اور قربانی کے جذبہ و جوش سے قادیان کی طرف پیدل ہی روانہ ہو چکا ہے۔ اس نمونہ کو دیکھتے ہوئے نوجوان بھی بخوشی قادیان کا پُر خطرہ پیدل سفر کرکے طلوع فجر کے وقت قادیان پہنچ گئے اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر انہیں فوری طور پر مختلف مقامات پر متعین کر دیا گیا۔ ان نوجوانوں نے (جن میں سے اکثر خوش نصیب۔ شاندار خدمات انجام دینے کے بعد خدا کے حضور حاضر ہو چکے ہیں) اپنے تاثرات میں یہ بات ضرور بیان کی ہے کہ خطرہ کے ان ایام میں یوں لگتا تھا کہ ہمارے امام دن رات کسی وقت بھی آرام نہیں کرتے اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ انتہائی حساس مقام پر رات کے وقت ڈیوٹی پر کھڑے خدام کو اچانک چیک کرنے والا کوئی اور نہیں خود امام جماعت ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس مثال اور نمونہ کو دیکھتے ہوئے خدام کے دلوں میں قربانی کے جذبہ اور جوش عمل میں کس طرح اور کس قدر اضافہ ہو جاتا ہو گا۔

جماعت کی مالی قربانی آج اپنی مثال آپ ہے۔ قربانی کے اس جذبہ کے اور محرکات بھی ضرور ہوں گے لیکن اس میں بھی یقیناً حضرت امام جماعت ثانی کی سیرت اور جذبہ جھلک رہا ہے حضرت صاحب نے کئی مواقع پر اپنی جائیداد بیچ کر جماعت کی خدمت میں لگانے کا ارادہ فرمایا کئی قیمتی جائیدادیں عملاً جماعت کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے لئے ہبہ کر دیں۔ پچیس سالہ جوبلی کے موقع پر کم و بیش تین لاکھ روپے کی خطیر رقم جو آج کل کے افراط زر میں تین کروڑ سے زائد ہو گی جماعت کی بہبودی کے لئے وقف کر دی اور اپنی ذات یا اولاد پر خرچ نہ کی۔ ہر تحریک پر سب سے پہلے بڑھ چڑھ کر اپنا چندہ پیش فرمایا۔ اشاعت کلام الٰہی کے صدقہ جاریہ میں ایک خطیر رقم پیش فرمائی اور غرباء و مساکین کی مدد کے لئے بے شمار وظائف جاری فرمائے۔ اگر آج ہماری مالی قربانی اپنی مثال آپ ہے تو اس میں اس مرد خدا کی قربانی اور جذبہ کا بہت بڑا دخل ہے۔

تقسیم برصغیر کے وقت مشرقی پنجاب میں ایسے خطرناک حالات پیدا ہو گئے کہ وہاں رہنے والے مسلمانوں کے لئے زندہ رہنے کے امکانات معدوم ہو گئے۔ لاکھوں مجبور اور مظلوم اپنے باپ دادا کی جگہ کو چھوڑ کر دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ عجب نفسا نفسی کا عالم تھا۔ ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا اس کڑی آزمائش اور امتحان کے وقت تین سو سے زائد احمدیوں کے قادیان میں رہنے اور اپنی تاریخی یادگاروں کی حفاظت و مقامات کی آبادی اور عبادات کے تسلسل کو قائم رکھنے کی خاطر رضا کارانہ طور پر قادیان میں رہنے کا مطالبہ ہوا تو دیوانوں نے عشق و محبت کا ایک نیا باب رقم کرتے ہوئے وہاں سے آنے کی بجائے وہاں رہنے پر اصرار کرنا شروع کر دیا اور اس خوش بختی و سعادت کو حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑی قربانی و ایثار کی یہ روح یقیناً ہمارے امام کے جذبہ قربانی کی ہی جھلک تھی۔ انہی ابتدائی دنوں میں ایک جگہ احمدی مستورات کی حفاظت کے لئے ایک گلی کے اوپر ایک تختہ رکھ کر دو گھروں کو ملانے کے لئے ایک عارضی کمزور پل تیار کیا گیا۔ اس عارضی پل پر چلنا اور گلی کو عبور کرنا ہی کارے دارد تھا مگر دشمنوں کو اس انتظام کی خبر ہو گئی اور انہوں نے بطور خاص اس جگہ کو اپنی گولیوں کے نشانہ پر لکھ لیا۔ گلی میں گر کر مرجانے کا خوف۔ دشمن کے مسلسل فائر کا خطرہ احمدی نوجوانوں کو ان کے فرض سے غافل نہ کر سکا اور عورتوں کی حفاظت کی مہم کو کامیابی سے سرانجام دینے والا احمدی نوجوان ایک اندھے فائر کے نتیجہ میں اپنی جان کی بازی ہار گیا۔ اس ہار میں بھی یقیناً اس کی دائمی جیت اور نجات مضمر تھی۔

کشمیر کے محاذ پر احمدی نوجوانوں کو قربانی کے لئے بلایا گیا تو وہ نوجوان جو پوری طرح فوجی تربیت سے آراستہ نہیں تھے۔ جن کا اسلحہ اور سامان حرب بھی ناقص و غیر تسلی بخش تھا سب سے مشکل پہاڑی مقامات پر دن رات دشمن کے بموں اور فائرنگ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جان قربان کرنے کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر اس قومی جدوجہد میں شامل ہو گئے۔ اس جذبہ قربانی کی مثال کم ہی کہیں ملے گی کہ ایسے جان جوکھوں کے موقع پر جب حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے نوجوانوں کو اس قربانی میں شامل ہونے کے لئے بلایا اور وہ ابھی لبیک کہنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ ایک احمدی بیوہ خاتون نے کھڑے ہو کر بآواز بلند احمدیوں کو غیرت دلائی کہ تمہارا امام تمہیں بلا رہا اور تم سوچ میں پڑے ہو سب سے پہلے میرا بیٹا اس قربانی پر لبیک کہے گا۔ قربانی کا یہ جذبہ اسی جذبہ سے پھوٹ رہا تھا جو امام جماعت کی عمل اور نمونے میں پایا جاتا تھا۔

حضرت امام جماعت ثانی کی تحریک پر قربانی کے ایسے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آتے ہیں جن پر عقل حیران رہ جاتی ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت صاحب کے ارشاد

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ قربانی کی بے شمار مثالیں ہمارے لٹریچر میں محفوظ ہو چکی ہیں اور قربانی کے بے شمار ایسے کارہائے نمایاں ہیں جو نہ تو ہمارے لٹریچر میں محفوظ ہیں اور نہ ہی تاریخ میں ان گمنام قربانی کرنے والوں کا کبھی نام آسکے گا جنہوں نے بڑی خاموشی لیکن پوری بشاشت سے اپنے اموال اپنی جانیں اور عزتیں خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان کیں۔ حضرت صاحب نے بڑی مسرت اور خوشی سے جماعت کی ان قربانیوں کا بارہا تذکرہ فرمایا ایک موقع پر تو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر خودکشی ہمارے مذہب میں حرام نہ ہوتی تو میں اس وقت ایک سو نوجوانوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیں تو یہ نوجوان ابھی سب کے سامنے اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور کسی قسم کی کمزوری یا بزدلی کا اظہار نہ کریں گے۔ قربانی کا یہ مسلسل اور شاندار مظاہرہ جو کئی لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے حضرت صاحب کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ ہر شخص جو تعصب اور ضد سے کام نہ لے اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گا۔

ایک اچھی بات

ایسے ہو جاؤ کہ کوئی فساد اور شرارت تمہارے دل کے قریب نہ آسکے۔ جھوٹ مت بولو افتراء مت کرو۔ اور زبان اور ہاتھ سے کسی کو ایذاء مت دو۔ آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا مت سمجھو۔ ایک دوسرے پر غرور مت کرو۔ نظر استخفاف سے مت دیکھو۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔

واقفین نو

○ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع خطبہ 89-2-17 میں فرماتے ہیں۔

"دنیاوی تعلیم کے سلسلے میں میں نے بیان کیا تھا کہ ان کی تعلیم کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے۔ ان کے علم کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے اس سلسلے میں قوموں کی تاریخ اور مختلف ممالک کے جغرافیہ کو خصوصیت کے ساتھ ان کی تعلیم میں شامل کرنا چاہئے۔ لیکن تعلیم میں بچے کے طبعی بچپن کے رجحانات کو ضرور پیش نظر رکھنا ہو گا۔ اور محض تعلیم میں ایسی سنجیدگی اختیار نہیں کرنی چاہئے جس سے وہ بچہ یا تو بالکل تعلیم سے بے رغبتی اختیار کر جائے یا دوسرے بچوں سے اپنے آپ کو بالکل الگ شمار کرنے لگے اور اس کا طبعی رابطہ دوسرے بچوں سے منقطع ہو جائے۔ مثلاً بچے کہانیاں بھی پسند کرتے ہیں۔ اور ایک عمر میں جا کر ان کو ناولز کے مطالعہ سے بھی دور نہیں رکھنا چاہئے لیکن بعض قسم کی لغو کہانیاں جو انسانی طبیعت پر گندے اور گہرے بد اثرات چھوڑ جاتی ہیں ان سے ان کو بچانا چاہئے

محمود مجیب اصغر

حرم اول حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب

امام اول جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب امام الاول جماعت احمدیہ عالمگیر کے حرم اول کا نام حضرت فاطمہ بی بی تھا۔ آپ بھیرہ کے مشہور مفتیوں کے خاندان میں سے تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت مفتی مکرم صاحب تھا آپ کو بھی اپنے بزرگ خاوند کی پیروی میں ابتداء میں ہی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ کی آخری عمر قادیان میں ہی بسر ہوئی آپ کو ابتدائی نقل مکانی کرنے والیوں میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب علم دین اور علم طب کے حصول کے بعد جب اپنے وطن بھیرہ تشریف لائے تو حضرت مولانا کی طبیعت بدعات سے بالکل بے زار اور متنفر تھی چنانچہ ایک موقع پر حضرت امام جماعت اول نے اپنے ہی نکاح کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

"میرا نکاح جب ہونے لگا تو میرے استاد جو نکاح پڑھانے والے تھے میں نے ان سے کہا کہ مہر مجھ کو تو ادا کرنا پڑے گا آپ کو تو ادا کرنا پڑے گا نہیں۔ عورتوں میں ایک شور مچ گیا کہ لڑکا بول پڑا۔ ہمارے استاد صاحب بھی ناراض ہو گئے۔ عورتیں بھی ناراض ہو گئیں لیکن میں نے تو پانچ سو روپیہ سے زیادہ منظور نہیں کیا"

(مرقاۃ الیقین ص 182)

اس بیوی سے حضرت امام اول کے کئی بچے ہوئے لیکن اکثر بچپن میں ہی فوت ہوتے رہے اور دونوں میاں بیوی نے کمال صبر اور رضا کا نمونہ دکھایا چنانچہ ایک بار حضرت امام اول نے اپنے وفات یافتہ بچوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرے نو لڑکے لڑکیاں (عبد اللہ ' اسامہ ' حفیظ الرحمان ' محمود احمد ' عبد القیوم ' امتہ اللہ ' رابعہ ' عائشہ ' امامہ) مرچکے ہیں۔ ہر ایک کے مرنے پر میں نے یہی خیال کیا کہ آخر ایک دن ہم نے جدا ہونا تھا میں نے مرنا تھا یا ان میں سے کسی نے بہرحال خدا کے پاس جا کر جمع ہونا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے اور بہت اولاد دے دی"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 25/ مارچ 1909ء بحوالہ حقائق......... جلد اول ص 271)

بچوں کی وفات پر حضرت صاحب کے تعزیتی مکتوبات

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ حضرت مولانا نور الدین صاحب کا جب خادمانہ تعلق ہوا اس وقت آپ کا قیام جموں کشمیر میں تھا جہاں پر آپ مہاراجہ جموں کے شاہی طبیب تھے اس دوران آپ کے بعض بچے فوت ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو آپ کے ساتھ بہت جلد للّٰہی محبت پیدا ہو گئی تھی چنانچہ حضرت بانی سلسلہ نے ایسے مواقع پر تعزیت کے جو خطوط حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کو تحریر فرمائے ان کا حضرت سیدہ فاطمہ بی بی کے ذکر خیر میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"....از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم و مخدوم حکیم نور الدین صاحب...... عنایت نامہ پہنچا۔ حال صدمہ وفات دولخت جگران مخدوم و علالت طبیعت پسر سوم سن کر موجب حزن واندوہ ہوا۔ اللہ جلشانہ آپ کو صدمہ گزشتہ کی نسبت صبر عطا فرماوے اور آپ کے قرۃ العین فرزند سوم کو جلد تر شفا بخشے۔ (اللہ عزیز نے چاہا) یہ عاجز آپ کے فرزند کے لئے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و کرم سے ایسی دعا کی توفیق بخشے جو اپنی جمیع شرائط کی جامع ہو۔ یہ امر کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی مرضات حاصل کرنے کے لئے اگر آپ خفیہ طور پر اپنے فرزند دلبند کے شفا حاصل ہونے پر اپنے دل میں کچھ نذر مقرر کر رکھیں تو عجب نہیں کہ وہ نکتہ نواز جو خود اپنی ذات میں کریم و رحیم ہے آپ کی اس صدق دلی کو قبول فرما کر ورطہ غموم سے آپ کو مخلصی عطا فرماوے۔ وہ اپنے مخلص بندوں پر ان کے ماں باپ سے بہت زیادہ رحم کرتا ہے اس کو نذروں کی کچھ حاجت نہیں مگر بعض اوقات اخلاص آدمی کا اس راہ سے متحقق ہوتا ہے استغفار اور تضرع اور توبہ بہت ہی عمدہ چیز ہے اور بغیر اس کے سب نذریں ہیچ اور بے سود ہیں اور اپنے مولیٰ پر قوی امید رکھو اور اس کی ذات بابرکات کو سب سے زیادہ پیارا بناؤ کہ وہ اپنے قوی الیقین بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور اپنے سچے رجوع لانے والوں کو ورطہ غموم میں نہیں چھوڑتا رات کے آخری پہر میں اٹھو اور وضو کرو اور چند دوگانہ اخلاص سے بجا لاؤ اور دردمندی اور عاجزی سے یہ دعا کرو کہ اے میرے محسن اور اے میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پر معصیت اور پر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں آمین۔ ثم آمین

مگر مناسب ہے کہ بروقت اس دعا کے فی الحقیقت دل کے کامل جوش سے اپنے گناہ کا اقرار اور اپنے مولیٰ کے انعام و اکرام کا اعتراف کرے کیونکہ صرف زبان سے پڑھنا کچھ چیز نہیں جوش دلی چاہئے اور رقت اور گریہ بھی۔ یہ دعا معمولات اس عاجز سے ہے اور در حقیقت اس عاجز کے مطابق حال ہے....

خاکسار غلام احمد عفی عنہ 2۔ اگست 1885ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر3 صفحہ 2 بحوالہ سیرت حضرت بانی سلسلہ جلد دوم از حضرت یعقوب علی عرفانی ص 210 تا 212)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے ایک اور خط جو 20 ستمبر 1886ء کا ہے جو ایک اور بچے کی وفات پر حضرت اقدس بانی جماعت احمدیہ نے تعزیت کے لئے تحریر فرمایا اپنی کتاب کے صفحہ 212 پر شامل فرمایا ہے۔

قادیان آمد اور حضرت بانی سلسلہ کی شفقت

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب جب نقل مکانی کر کے قادیان آئے تو اس وقت آپ کے عقد میں حضرت سیدہ فاطمہ بی بی کے علاوہ حضرت اماں جی سیدہ صغریٰ بیگم صاحبہ بھی تھیں حضرت صاحب نے حضرت مولانا کو پہلے حضرت اماں جی کو بلوانے کا ارشاد فرمایا اور چند روز بعد فرمایا "دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلائیں"

(مرقاۃ الیقین ص 169)

چنانچہ اس طرح حضرت سیدہ فاطمہ بی بی حرم اول حضرت امام جماعت اول 1893ء میں قادیان منتقل ہو گئیں اور تاوفات قادیان میں ہی مقیم رہیں۔

حضرت امام اول اور حضرت فاطمہ بی بی کی اولاد میں سے ایک صاحبزادی امامہ کی احمدیت کے آغاز سے پہلے شادی غزنوی خاندان میں ہوئی تھی ایک دوسری بیٹی صاحبزادی حفصہ کا نکاح حضرت امام اول کی حرم اول کے بھتیجے مفتی فضل الرحمان صاحب سے ہوا اور ان کا قیام بھی قادیان میں تھا معلوم ہوتا ہے حضرت سیدہ فاطمہ بی بی آخری سالوں میں اپنی اس صاحبزادی (حفصہ) اور داماد (مفتی فضل الرحمان صاحب) کے پاس رہتی تھیں۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کی طرح ان کی اس بڑی بیوی حضرت بی بی فاطمہ کو حضرت بانی جماعت احمدیہ اور حضرت صاحب کے بچوں سے بہت عقیدت اور پیار تھا چنانچہ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی آپ کی اولاد سے بڑی محبت اور ہمدردی تھی ایک بار آپ کے داماد حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب شدید بیمار ہو گئے (یہ 1897ء کی بات ہے) حضرت بانی سلسلہ ہر روز صبح مفتی صاحب کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کے علاوہ خود بھی ان کا علاج فرماتے تھے ایک بار حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب کی حالت بہت نازک ہو گئی حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر اپنی رائے کا اظہار کیا کہ امید نہیں کہ صبح تک زندہ رہیں۔

یہ سن کر حضرت امام اول کی حرم اول (خوشدامن حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب) حضرت صاحب کے پاس دعا کروانے کے لئے حاضر ہوئیں لکھا ہے "حضرت صاحب نے فرمایا ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں آپ مولوی صاحب سے جا کر میری طرف سے تاکید کریں انہوں نے عرض کیا کہ وہ توجہ فرما گئے ہیں کہ حالت نازک ہے فرمایا۔ ہیں! میں نے تو ابھی اس سے بہت کام لینا ہے مضمون کو وہیں چھوڑ دیا اور تشریف لے آئے اور دیکھا۔ فرمایا بہت اچھا میں چل کر دعا کرتا ہوں رات بارہ بجے کے قریب مفتی صاحب کو ایک دست خون کا آیا پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ آنکھیں کھل گئیں صبح کی (عبادت) کے وقت (حضرت صاحب) جب (بیت) میں تشریف لائے تو یہ سب قصہ مولوی عبد الکریم صاحب ... سے بیان کیا اور فرمایا کہ بارہ بجے میرے دل میں ڈالا گیا کہ اب آرام آگیا ہے اسی وقت ماسٹر عبد الرحمان صاحب (نو احمدی) جالندھری کو حکم دیا کہ جاؤ اور دریافت کرو آرام کے کیا معنے ہیں چنانچہ وہ جواب لے کر گئے کہ میں ان سے مل کر آیا ہوں طبیعت اچھی ہے تو پھر آپ نے (عبادت) صبح پڑھی"

(سیرت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جلد دوم از حضرت یعقوب علی عرفانی ص 205)

وفات اور جنازہ

حضرت امام اول کی حرم اول کی آخری بیماری کے دوران حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اکثر آپ کی عیادت کے لئے بنفس نفیس تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت امام اول کی حرم اول کی وفات 28 جولائی 1905ء کو واقع ہوئی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا:۔

"وہ ہمیشہ مجھے کہا کرتی تھیں کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں اور میں نے دل میں پختہ وعدہ کیا ہوا تھا کہ کیسا ہی بارش یا آندھی وغیرہ کا بھی وقت ہو میں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا آج اللہ تعالیٰ نے ایسا عمدہ موقعہ دیا کہ طبیعت بھی درست تھی اور وقت بھی صاف میسر آیا اور میں نے خود جنازہ پڑھایا"

(اخبار بدر 27 جولائی 1905ء ص 7 بحوالہ سیرت حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) جلد دوم ص 206)

اگلے روز حضرت صاحب آپ کی صاحبزادی حفصہ کے گھر تشریف لے گئے اور تعزیت فرمائی حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں جگہ دے دی ہے۔ تم فکر اور غم نہ کرو۔ میں بھی تمہارا باپ ہوں جس چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھ سے کہا کرو اس نے رو کر عرض کیا کہ میں کمزور انسان ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں یہ اکثر بیمار رہتے ہیں وہ ان کے لئے دعائیں کیا کرتی تھیں آپ کو توجہ دلاتی تھیں اب میں کس سے کہوں گی فرمایا مجھ سے کہا کرو سر سے پگڑی اتار کر دے دی اور فرمایا کہ اس کا ایک ایک کرتہ بنا کر

باقی صفحہ 6 پر

ائرمارشل (ر) ظفر چوہدری- سابق چیف آف ائر سٹاف

صدا بصحرا

مارچ 1973ء میں جب میں پاکستانی فضائیہ کا سربراہ تھا' گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل صاحب نے مجھے دعوت دی کہ میں کالج کے سالانہ کھیلوں کی اختتامی تقریب میں شامل ہو کر انعامات تقسیم کروں اور طالب علموں سے خطاب بھی کروں- یہ میرے لئے میری مادر علمی کی طرف سے ایک خاص اعزاز تھا جس سے میرا دل تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گیا اور میں کئی دن تک اپنے پرانے کالج کے پر شوکت ایوانوں کو دوبارہ دیکھنے کے شوق اور سرور میں کھویا رہا- لیکن جب میں وہاں پہنچا تو کچھ اور ہی نظارہ تھا جس سے دل پر سخت چوٹ پڑی- یوں معلوم ہوتا تھا کہ طلباء اکثر و بیشتر بے لگام ہو گئے ہیں اور ہر قسم کے رکھ رکھاؤ اور نظم و ضبط کے دائرے سے آزاد ہو کر ہمہ وقت شور و غوغا اور فساد پر کمر بستہ ہیں- نہ کسی بزرگ کی تعظیم اور نہ کسی قاعدے کا لحاظ- اساتذہ دل برداشتہ نظر آتے ہیں اور ان کی حیثیت بے بس تماشائیوں کی سی ہو کر رہ گئی تھی- کبھی وہ دن تھے کہ ممتاز ترین اساتذہ اور جلیل القدر منتظمین نے اس کالج کو علم و ادب کا گہوارہ بنا دیا تھا اور یہاں کے طالب علموں کی علمی اور اخلاقی برتری کے سبب اس درسگاہ کو شمالی ہندوستان میں ایک مثالی حیثیت حاصل تھی- یقین نہیں آتا تھا کہ اس قدر تنزل اور ایسے ناگفتہ بہ حالات صرف تیس برس کے عرصہ میں پیدا ہو سکتے ہیں

دعوت نامہ ملتے ہی میں نے سوچنا شروع کیا کہ مجھے اپنے خطاب میں کیا کہنا چاہئے' اور اگرچہ میں نے کچھ وقت صرف کر کے اپنی مافی الضمیر کو قلم بند کر لیا لیکن مجھے یہ خوف دامنگیر رہا کہ شاید میری معروضات اس خاص تقریب کے لائق نہ ہو سکیں- مجھے ہرگز یہ اندازہ نہ تھا کہ طلباء میں شاید ہی کوئی ایسا ہو گا جسے میری تقریر سننے میں دلچسپی ہو گی اور اگر کسی کے کان اتفاقاً کھلے رہ بھی گئے ہوں تو پھر بھی یہ توقع لاحاصل تھی کہ سننے والا واقعی میری بات سمجھ بھی لے گا- بس یوں سمجھئے کہ میں ایک ریت کی دیوار سے مخاطب تھا' لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی بات کہتا رہا- یعنی کہ: حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس- در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید-

اگرچہ میرا خطاب انگریزی میں تھا لیکن میں نے یہاں اس کا اردو میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے-

جناب پرنسپل صاحب اور اور عزیزان من

یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ آج مجھے آپ سب کی معیت حاصل ہوئی ہے اور ایسا موقع میسر ہوا ہے کہ میں ان دنوں کی یاد تازہ کر سکوں جو کہ عرصہ ہوا گزر چکے ہیں لیکن جن کی خوشگوار یاد آج بھی دل کو گرما دیتی ہے-

جب آپ کے پرنسپل صاحب نے مجھے اس تقریب پر مدعو کیا تو انہوں نے اپنے خط میں کہا کہ وہ مجھے اس کالج کا ایک معروف "اولڈ بوائے" خیال کرتے ہیں- غالباً کالج کے طلبا خود کو "بوائے" کہلانا پسند نہ کرتے ہوں گے' لیکن یقین مانئے کہ جب کوئی نصف صدی کے پیٹے میں پہنچ جائے تو وہ "بوائے" کا لقب پا کر ایک خوابیدہ خوشی ضرور محسوس کرتا ہے خواہ "بوائے" کے لقب کے ساتھ "اولڈ" کی اضافت بھی شامل کر دی جائے- مجھے یقین ہے کہ مہمانوں میں سے یہاں کئی ایسے حضرات ہوں گے جن کے دل میں یہ خواہش چھپی ہو گی کہ کاش رخت عمر پیچھے کو دوڑنے لگے اور جوانی کی ترنگ ایک بار پھر دل و دماغ میں ایام رفتہ کا وہ معصوم جذبہ اور دلفریب کیفیت پیدا کر دے جو کہ ہر طرف چاندنی بکھیر دیا کرتے تھے- یہ ذہنی کیفیت اکثر ایک خوش نما سراب پیدا کر دیتی ہے جس میں عمر رفتہ کی الھڑ شوخیاں اور نوخیز بانکپن جھانکنے لگتے ہیں اور یہ سہانا منظر انسان کے حقیقی گرد و پیش کو دور دھکیل دیتا ہے- لیکن سراب خواہ کیسا ہی دلفریب کیوں نہ ہو آخر سراب ہے اور نہ کالج ٹاور کا پر شوکت نظارہ اور نہ ہر طرف نوجوانوں کے مسکراتے چہرے اسے ایک ٹھوس حقیقت میں تبدیل کر سکتے ہیں-

لیکن میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ آپ کو ادھیڑ عمر کے جمود اور محرومیوں کے قصے سے پریشان کروں- میں تو اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سب مل کر آج کی اس خاص تقریب سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکوں- کاش میں آپ سے یہ کہہ سکتا کہ میں نے اس کالج میں بہت سے انعامات پڑھائی اور کھیلوں میں حاصل کیے تھے- اگر میں موجودہ معاشرے کے اس رجحان سے پورا استفادہ بھی حاصل کروں جس میں سچ اور حقیقت کو افسانے اور واہمے سے بدلنا بہت آسان ہو گیا ہے تو پھر بھی میں کوئی ایسی شیخی بگھارنے سے یکسر قاصر ہوں- مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں نے ٹینس کلب کے C-Net میں داخلے کی کوشش کی تو مجھے کہا گیا کہ میرے جیسے اناڑیوں کے لئے اگلے سال تک کوئی گنجائش نہیں- البتہ کلب سیکرٹری صاحب کی نظر انتخاب میرے نئے ریکٹ پر پڑی اور انہوں نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ آئندہ وہ میرے ریکٹ سے ہی کھیلا کریں گے کیونکہ ان کا اپنا ریکٹ کچھ زیادہ پرانا ہو گیا ہے- میں نے شکر ادا کیا: میرا بلا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے! اور جب میں نے کرکٹ کھیلنے کی کوشش کی تو ٹیم کے کپتان انور سعید صاحب نے' اگرچہ وہ ابھی وزارت خارجہ میں تشریفات کے افسر اعلیٰ نہیں ہوئے تھے' مجھے بتایا کہ مجھے کم از کم ایک سال فقط فیلڈنگ کرنا ہو گی اور تب کہیں جا کر یہ ممکن ہو گا کہ مجھے بولنگ یا بیٹنگ کی اجازت مل سکے- اور یوں میرے وہ تمام خواب کافور ہو گئے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو سکوں جو کھیلوں میں امتیاز حاصل کر کے اپنے سرخ کوٹ پر کالج کا "Colour" سجاتے ہیں اور جنہیں کالج کے روز و شب میں ایک خاص مقام حاصل ہوتا ہے- اس طرح ٹھکرائے جانے کے بعد میرا شمار مستقل طور پر ان طلبا میں ہونا لگا جنہیں نہ کوئی پوچھتا ہے اور نہ کوئی پہچانتا ہے-

شکر ہے کہ تعلیمی اور ادبی میدان میں انتہائی درجہ بندی کا کوئی تفریقی اور متعصب نظام رائج نہیں تھا جیسا کہ کھیلوں کے چودھریوں نے برپا کر رکھا تھا- اگر ایسا ہوتا تو میرے جیسے معمولی طالب علم کے لئے ہرگز یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ نیو ہاسٹل میں عبدالسلام کا ہمسایہ بن سکتا اور اس مایہ ناز ہستی سے ایسے قریبی مراسم استوار کر سکتا جو آج تک جاری ہیں- عبدالسلام کے کالج میں قیام کے ذکر سے لامحالہ باورچی محمد دین کا نام بھی ذہن میں آ جاتا ہے- محمد دین کا پکا ہوا آلو گوشت جو نیو ہاسٹل میں دونوں وقت مہیا ہوتا تھا عبدالسلام کو اتنا مرغوب تھا کہ وہ بلا جھجک اپنی شب و روز کی مسلسل پڑھائی میں کچھ دیر توقف کر لیتے اور آستینیں چڑھا کر اس مائدہ سے خوب لطف اندوز ہوتے- ہم ان کی اس پرخوری پر طنز بھی کرتے لیکن وہ کبھی برا نہ مانتے-

یہ صحیح ہے کہ ہم سالانہ کھیلوں کا بڑی بے صبری سے انتظار کرتے- اس لئے نہیں کہ ہمیں بہت سے انعامات ملنے کی توقع ہوتی بلکہ اس لئے کہ دو دن پڑھائی سے چھٹی ہو گی اور کھیلوں کے اختتام پر ایک شاندار تقریب منعقد ہو گی جس میں چند "اولڈ بوائز" کو بھی بلایا جائے گا- ہمیں بتایا جاتا کہ ان لوگوں نے بعد کی زندگی میں خاص مقام حاصل کیا ہے' اور آج آپ کو بھی یہی باور کرایا جا رہا ہے- لیکن پیشتر اس کے کہ آپ اس توصیف کو حق سمجھ لیں کہ آپ یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ ہمارے موجودہ معاشرہ میں ہمارے اکثر بیانات کو حقیقت اور راست گوئی سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا!

اگرچہ مجھے کالج چھوڑے ہوئے تیس برس کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی کل کی بات ہے کہ ہم یہاں پڑھتے تھے- مجھے سراج الدین صاحب کا بانکا لباس اور بلند آواز میں شیکسپیئر کا ڈرامہ پڑھانا خوب یاد ہے- قمر الاسلام صاحب نے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا تھا اور انڈین سول سروس میں شامل ہو گئے تھے- میاں ریاض الدین تعلیمی میدان میں بھی اور ہاکی کے میدان بھی نئے ریکارڈ قائم کر رہے تھے- عزت اور عظمت اعوان برادران ٹیبل ٹینس میں آل انڈین چیمپئن بن گئے تھے اور ملک گلباز خان نے پانچ کھیلوں میں "Colour" حاصل کر کے بہت سی یونیورسٹی ٹیموں کی کپتانی کی تھی- مجھے پتہ چلا کہ آج کل وہ اسی ولولے اور زور و شور سے لاہور کے سیشن جج کی حیثیت سے مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں جیسے کہ وہ کبڈی کھیلتے تھے یا گولہ پھینکتے تھے- لیکن سب سے دلکش اور ہر دلعزیز شخصیت صوفی غلام مصطفیٰ تبسم صاحب کی تھی جو بہت سی ادبی مجلسوں کے نگران اور روح رواں تھے- ان کے ادبی مقام' نرم روی اور مشفقانہ سلوک نے تمام شاگردوں کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا اور وہ انہیں صرف استاد ہی نہیں بلکہ اپنا مخلص دوست بھی تصور کرتے تھے- اگرچہ وہ ان دنوں بھی ایک مستند شاعر مانے جاتے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ادبی مقام بلند سے بلند تر ہوتا گیا اور اپنے سابقہ شاگردوں سے ان کے مراسم اور گہرے ہوتے چلے گئے- ایسے اساتذہ کے وجود نے ہی اس درس گاہ کو وہ اعلیٰ مقام دیا تھا کہ دوسرے تمام کالج اس پر رشک کرتے تھے-

جی ہاں وہ خوب دن تھے اور ہمیں خوب احساس تھا کہ یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس عظیم درسگاہ میں داخلہ مل سکا ہے- سال کا سب سے اہم واقعہ ہمارا اسلامیہ کالج سے کرکٹ میچ ہوتا جس میں خوب غل غپاڑہ مچتا- ان دنوں اسلامیہ کالج کی ٹیم میں فضل محمود' نذر محمد' گل محمد' انور حسین اور گیان ساگر جیسے عظیم کھلاڑی شامل تھے اور جتنا عرصہ میں کالج میں رہا انہوں نے ہماری خوب پٹائی کی- میں نے سنا ہے کہ کرکٹ کی یہ رقابت آج بھی جاری ہے لیکن افسوس کہ اب یہ میچ فساد کے ڈر سے لاہور میں نہیں کھیلا جاتا-

شائد آپ پوچھیں کہ کیا ہم اپنا سارا وقت کھیلوں میں صرف کر دیتے تھے کہ یا کبھی پڑھتے بھی تھے- سچ تو یہ ہے کہ پڑھائی اسی وقت ہوتی جب سر پر آن پڑتی تھی- لیکن ہمارے باقی مشاغل نسبتاً سادہ اور بے ضرر ہوتے تھے: سکاؤٹنگ' مشاعرے' تقریری مقابلے' یو-ٹی-سی پریڈ' کبھی کبھار کوئی فلم اور بن پڑے تو مہینے میں ایک دفعہ مال روڈ کے کسی ریستوران میں چائے کا پیالہ- ہم کچھ ایسے کم ہمت اور ناکارہ واقع ہوئے تھے کہ نہ کوئی ہڑتال ہوتی اور نہ دنگا فساد- امتحانات کبھی ملتوی نہیں ہوتے تھے اور امتحانوں میں نقل یا سفارش کے حربوں نے ابھی جنم نہیں لیا تھا- ہمیں باہر کی دنیا سے کم ہی مطلب ہوتا اور ہمارا کالج ہی ہمیں مختلف انواع کے مشاغل میں مصروف رکھتا- نہ کوئی جلوس نکلتا اور نہ پولیس سے جنگ ہوتی- اگر کبھی سیاست کی بات ہوتی تو صرف نصابی تناظر سے اور بے لگام سیاسی گرمیاں کالج کے پاس بھی نہ پھٹکتیں- شائد آپ کہیں کہ اس طرح تو ہماری زندگی صرف ایک ہی ڈگر پر چلتی ہو گی جس میں نہ کوئی ہیجان رہا ہو گا نہ شور شرابا جو کہ آج کل کے طالب علموں کا اوڑھنا بچھونا معلوم ہوتا ہے- لیکن ہماری تدریسی زندگی کوئی ایسی بے مزہ اور جامد بھی نہ تھی' اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ کالج کے معمولات اور علمی ماحول آئندہ کی زندگی کے لئے ایک مفید اور مستحکم بنیاد ضرور فراہم کر دیتے تھے-

بے شک ہمارا ماحول صلح و آشتی سے عبارت تھا اور شاذ ہی کسی افراتفری کا مظاہرہ ہوتا تھا- لیکن یہ ماحول تعطل یا جمود کا شکار ہرگز نہیں تھا اور اس تاریخ ساز تبدیلی کے خوشگوار جھونکے یہاں بھی پہنچ رہے تھے جو دور سے اٹھنے والی ہوائیں اس خطہ زمین پر لانے کے لئے بے قرار ہو رہی تھیں- لیکن ہم نے پھر بھی قاعدے اور قانون کو خیر باد نہیں کہہ دیا تھا اور طلبا اور اساتذہ نے

باقی صفحہ 6 پر

بین المملکتی حالات - واقعات - شخصیات

کشمیر پر مذاکرات اور بھارتی اخبارات

پاکستان اور بھارت کے درمیان متنازعہ امور پر بات چیت کا جو سلسلہ جاری ہے اس کا عمومی طور پر تو بھارتی اخبارات نے بھرپور خیر مقدم کیا ہے اور اسے ایک نیا آغاز قرار دیا ہے۔ تاہم اکثر بھارتی اخبارات نے یہ بھی خبردار کیا ہے کہ زیادہ خوش کن توقعات نہ رکھی جائیں۔ اس ضمن میں متعدد اخبارات نے ایڈیٹوریل لکھے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان پچاس برس سے چلا آ رہا کشمیر کا تنازعہ تعلقات کے معمول پر آنے کی راہ میں رکاوٹ بنا رہے گا۔ انڈین ایکسپریس نے لکھا ہے کہ خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات میں مختلف مسائل کے حل کے لئے ورکنگ گروپوں کا قیام کوئی ڈرامائی اقدامات ثابت نہیں ہو گا۔ تاہم اخبار نے اس عمل کو پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات معمول پر لانے کے لئے سلسلے میں اہم پیش رفت ضرور قرار دیا ہے۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ کشمیر جیسے تنازعات کا حل آسان نہیں ہو گا۔

ہندوستان ٹائمز نے اپنے ایڈیٹوریل میں لکھا ہے کہ بالاخر پاکستان اور بھارت دو طرفہ تعلقات کے نئے دور کا آغاز کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ مسئلہ کشمیر جس پر دونوں ممالک کے درمیان جنگیں لڑی گئیں اس کا مذاکرات کے ایجنڈے پر سرفہرست آجانا بھارت کی شکست ہے۔ تاہم کوئی بھی اس مسئلہ کے فوری حل کی توقع نہیں کر رہا۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں یہ ایک نیا اضافہ ہے۔

ایشین (Asian) ایج نے لکھا ہے کہ خارجہ سیکرٹریوں کی بات چیت کے بعد وزرائے اعظم کی ملاقات ہو گی جس سے دو طرفہ تعلقات کا نیا دور شروع ہو گا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ اگر دونوں ملکوں میں سیاسی استحکام رہا اور نواز شریف اور گجرال کی حکومتیں قائم رہیں تو ایجنڈے میں شامل مسائل کے حل میں پیش رفت جاری رہے گی۔ اخبار نے لکھا ہے کہ پاکستان اور بھارت میں سے کوئی بھی اس تاریخی موقع کو ضائع کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

○○○

روس میں مذہبی تنظیمیں قائم کرنے کی منظوری

روسی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں نے گزشتہ روز بھاری اکثریت سے ایک مذہبی بل کی منظوری دی ہے۔ جس میں ضمیر کی آزادی اور مذہبی تنظیموں بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس بل میں کہا گیا ہے کہ روسی حکومت مذہب اسلام' بدھ مت اور یہودیت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تاہم روس میں رشین آرتھوڈاکس چرچ روسی تاریخ اور کلچر کا اہم حصہ ہے ابھی اس بل کی روسی ایوان بالا اور روس کے صدر یلسن سے منظوری حاصل ہونا باقی ہے۔ تاہم عام خیال یہی ہے کہ روسی ایوان بالا اور صدر کی جانب سے اس کی جلد منظوری دے دی جائے گی۔

روس میں اشتراکیت سے پہلے روس کے حکمران شہنشاہ زار روس عیسائیت کے چرچ کے بھی محافظ سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح برطانیہ کا بادشاہ یا ملکہ برطانوی چرچ کا محافظ ہوتا ہے اسی طرح زار روس کو بھی یہی درجہ دیا جاتا تھا۔ پون صدی تک اشتراکیت کے سایہ میں رہنے کے بعد اب روس نے مذہب کے بارے میں وہ نظریہ تو باقی نہیں رکھا۔ تاہم یہ ضرور کہا ہے کہ روس میں آرتھوڈاکس چرچ کو نمایاں حیثیت دی جائے گی۔

○○○

بہار کے وزیر اعلیٰ سے استعفیٰ کی طلبی

بھارت میں آج کل کرپشن کے جس سکینڈل کا سب سے زیادہ چرچا ہے۔ وہ بہار کے وزیر اعلیٰ مخلوط حکومت میں شامل جنتا پارٹی کے سربراہ لالو پرشاد یادیو کے خلاف چارہ سکینڈل ہے۔ جس میں ان پر الزام ہے کہ انہوں نے محکمہ زراعت میں چارہ کی فراہمی کے معاملات پر اسی کی دہائی میں خورد برد کی اور جس کے نتیجے میں کئی ملین روپے کما لئے۔ اس سکینڈل میں اب بہار کے وزیر اعلیٰ لالو پرشاد یادیو پر فرد جرم عائد کی جا چکی ہے جس کے بعد اب بھارتی وزیر اعظم مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ اپنی ہی حکومت کے ایک اہم رکن اور گویا حکومت کے ایک اہم ستون سے استعفیٰ طلب کر لیں۔ بھارتی وزیر اعظم مسٹر گجرال نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ بہار کے وزیر اعلیٰ کو اچھے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ تاہم لالو پرشاد یادیو نے بدعنوانی کا الزام لگانے کے باوجود مستعفی ہونے سے انکار کر دیا ہے۔

○○○

اقوام متحدہ کا صدر دفتر امریکہ سے کینیڈا منتقل کرنے کی تجویز

دوسری جنگ عظم کے بعد جب اقوام متحدہ قائم کی گئی تو اس کا ہیڈ کوارٹر امریکہ کے شہر نیویارک میں قائم کیا گیا اور اس جگہ کو جہاں اقوام متحدہ کے صدر دفاتر موجود ہیں امریکہ کا عمومی حصہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس جگہ کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی عملداری میں قرار دیا جاتا ہے اس کے باوجود بہت سے ملکوں کو اس غیر جانبدار عالمی ادارے کے دفاتر ایک خاص ملک میں' جس کی جانبداری واضح ہے' قائم رکھنے پر اکثر اعتراض ہوتا رہا ہے۔ امریکہ سے اس کے دفاتر سوئٹزرلینڈ منتقل کرنے کی بات بھی اکثر کی جاتی رہتی ہے۔ لیکن امریکہ اس ادارے کو اپنے ملک سے کہیں اور منتقل کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ اب جبکہ کئی سال سے اقوام متحدہ مالی بحران میں مبتلا ہے اور رکن ممالک اس کا چندہ باقاعدگی سے ادا نہیں کر رہے اور امریکہ' جو اقوام متحدہ کو چندہ دینے والا سب سے بڑا ملک ہے اس کے ذمے بھی کروڑوں نہیں بلکہ اربوں ڈالر واجب الادا ہو چکے ہیں۔ تو اس صورت حال میں کینیڈا کے ایک وزیر نے تجویز پیش کی ہے کہ اقوام متحدہ کے دفاتر کو امریکہ سے کینیڈا منتقل کر دیا جائے انہوں نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ اپنے ذمے اقوام متحدہ کے واجبات فوری ادا کرے۔

واجبات کی ذمہ داری لینے کا اعلان اگر کینیڈا کر دیتا تو پھر اس کی آواز میں زیادہ طاقت پیدا ہو جاتی۔

○○○

بقیہ صفحہ 4

سب بچوں کو پہنادو اور خود اس رومی ٹوپی کو سر پر رکھ کر تشریف لے گئے جو پگڑی کے اندر آپ رکھا کرتے تھے"۔

(سیرت حضرت بانی سلسلہ جلد دوم ص 203 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب)

حضرت امام اول کی حرم اول سے اولاد کی مزید تفصیل

خاکسار راقم الحروف نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت سے ایک عریضہ کے ذریعے درخواست کی تھی کہ حضرت امام اول کی پہلی حرم سے جو اولاد ہوئی اور آگے جو نسل ہے اس بارہ میں معلومات فراہم فرمائیں اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر دے انہوں نے چند دنوں میں ہی ساری معلومات فراہم فرمادی ہیں جو ان کے الفاظ میں ہی درج ذیل ہیں۔

1۔ صاحبزادی امامہ سب سے بڑی صاحبزادی تھیں جو حضرت مولانا نور الدینؓ کے حرم اول کے بطن سے پیدا ہوئیں اور حضرت مولوی عبداللہ غزنوی کے بیٹے مولوی عبدالواحد غزنوی کے عقد میں آئیں۔

اولاد مولوی محمد اسماعیل غزنوی۔ مولوی ابراہیم غزنوی آمنہ (زوجہ حافظ عبداللہ صاحب غزنوی) خدیجہ (زوجہ حکیم غلام نبی صاحب) مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی حضرت امام الثانی سے بہت مراسم رکھتے تھے ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں ڈاکٹر خالد' طارق' قاسم' عبدالواحد' ابراہیم' احمد' محمد' محمود' حسن

(تاریخ اہل حدیث ص 350

مرتبہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

ناشر مکتبہ الرحمان السلفیہ سرگودھا)

ڈاکٹر خالد غزنوی جن کی کتاب "طب نبوی اور جدید سائنس" صدارتی انعام یافتہ ہے حضرت (امام الثانی) سے خط و کتابت رکھتے تھے ان کے ایک ملفوف مورخہ 23 جون 1957ء کے جواب میں حضرت (امام جماعت الثانی) نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ شعبہ تاریخ میں ریکارڈ ہے جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں۔

آپ کے خط سے مجھے خوشی ہوئی... میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں شیخ بشیر کے ہاں تو ملنا یاد نہیں لیکن عبدالوہاب صاحب کے ساتھ ایک دفعہ ملنا یاد ہے جب انہوں نے کہا تھا کہ آپ میو ہسپتال میں لگ گئے ہیں جب میں ربوہ آؤں تو مجھے آکر آپ ملیں" حضرت (امام الثانی) کا یہ جواب حضرت ام متین کے قلم سے ہے اور ڈاکٹر خالد غزنوی کے مرسلہ لفافے پر درج ہے۔ ڈاکٹر خالد غزنوی کے قلم سے حسب ذیل الفاظ میں پتہ درج ہے۔ بشرف ملاحظہ محترم حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب امیر جماعت احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ"

2 حرم اول کے بطن سے دوسری صاحبزادہ حفصہ تھیں۔ جو مفتی فضل الرحمان صاحب کے عقد میں آئیں اس بیٹی سے حسب ذیل اولاد ہوئی۔

ہاجرہ' امتہ الرحمٰن' امتہ الحفیظ' فضل کریم' عبدالحفیظ' محمد عبداللہ' عبدالمالک (بدر حصہ دوم 31۔ اکتوبر 1912ء ص 51) ہاجرہ بیگم صاحبہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی بیوی تھیں انہی کے بطن سے آمنہ پیدا ہوئیں جو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بھائی چوہدری عبداللہ خان صاحب (وفات یافتہ) کی بیگم اور چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت لاہور کی والدہ ماجدہ تھیں۔

3 حرم اول سے امامہ اور حفصہ کے علاوہ امتہ اللہ' رابعہ اور عائشہ پیدا ہوئیں مگر ان کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا امتہ اللہ جموں میں فوت ہوئیں"

(از مکتوب مرسلہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت مرقومہ 8 جون 1997ء)

بقیہ صفحہ 5

خارجی تحریک یا فیشن کی زد میں آکر اپنی ذمہ داریوں کو بھلا نہیں دیا تھا۔ خود اعتمادی' اصول کی پابندی اور فرائض کی ادائیگی ہی وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی درسگاہ کو عظیم بناتے ہیں اور آپ خوش قسمت ہیں کہ یہ اوصاف آپ کے کالج کو ورثہ میں ملے ہیں۔

آج کی تقریب چونکہ کھیلوں کے سلسلہ میں ہے' اس لئے میں کھیلوں کے متعلق اپنے خیالات ضرور آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں' خواہ آپ انہیں بے وقعت اور فرسودہ ہی خیال کریں۔ اس بیان سے شائد ہی کسی کو اختلاف ہو گا کہ کھیلوں میں حصہ لینا عملی زندگی کی تیاری کا ایک اہم جزو ہے۔ لیکن کھیل آخر کھیل ہیں اور انہیں کوئی دوسری حیثیت نہیں دینی چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم نے من حیث القوم کھیلوں کو جنگ بنا دیا ہے اور جنگ کو فقط ایک کھیل سمجھنے لگے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں کوئی سطحی اور سرسری مشابہت ہو لیکن ان کی حقیقت بالکل مختلف اور

متضاد ہے۔ کھیلیں کھلاڑیوں اور ناظرین کو تفریح مہیا کرتی ہیں اور حریف ٹیموں میں صحت مند مقابلے اور خیرسگالی کی روح پیدا کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف جنگ ایک مہیب اور مہلک مقابلہ ہے جس میں لاتعداد جانیں ضائع ہوتی ہیں اور یہ بھیانک قدم صرف اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب ملک اور قوم کی سلامتی کو فوری خطرہ درپیش ہو۔ بے شک ہمارے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہم بسا اوقات کھیل کے میدان کو میدان جنگ بنا دیتے ہیں جس میں فساد اور تخریب کاری کی تو فتح ہو جاتی ہے لیکن قاعدہ قانون اور شرافت و متانت ضرور شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ ہم سب کو' کھلاڑیوں' منتظمین اور ناظرین کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری کاوشوں کی گاڑی سرخروئی سے صرف نظم و ضبط اور اصول کی مضبوط پٹڑی پر ہی چل سکتی ہے اور کوئی جذباتی یا طوفانی ریلہ اسے کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ نظم و ضبط کے بغیر آج تک کسی نے کوئی قابل ذکر کام انجام نہیں دیا' اور جیسے ہی کسی گروہ کی تعداد بڑھتی ہے' نظم و ضبط کی احتیاج بھی اسی قدر زیادہ ہو جاتی ہے۔ خواہ ہم کھیل کے میدان میں ہوں یا سینما ہال میں' یا کسی ادبی محفل میں' یا کسی مذہبی تقریب میں' حتیٰ کہ کسی جوشیلے سیاسی جلسے میں شرکت کر رہے ہوں' ہم نظم و ضبط اور ذمہ دارانہ کردار کو ہرگز پس پشت نہیں ڈال سکتے کیونکہ ان کے بغیر کوئی قابل ذکر کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

کھیلوں کے ذکر میں لازم ہے کہ Sportsmanship کی اہمیت پر بھی زور دیں۔ کہا جا سکتا ہے Sportsmanship نام ہے ایسے ذہنی رویے کا جو بردباری' دوسروں کی برتری کے اعتراف' اور قانون کے احترام کو ہمارا دائمی مزاج بنا دیتا ہے۔ اس کے عناصر میں خوش خلقی' نظم و ضبط کی پابندی' مردانگی' متوازن مزاجی اور فراخ دلی کے اوصاف ضرور شامل ہیں اور اس کا اطلاق نہ صرف کھلاڑیوں پر بلکہ کھیل دیکھنے والوں پر بھی ہوتا ہے۔ جب کوئی کھیل کھیلا جائے تو کسی نہ کسی فریق کو شکست کا سامنا بھی ہو گا اور لازم نہیں کہ ہمیشہ ہم ہی جیتیں اور دوسرا فریق ہارے۔ ہمارے اخبارات' جو کہ بہت حد تک ہمارے ہی رویوں کی عکاسی کرتے ہیں' اکثر یہی کہتے ہیں کہ ہم اس لئے ہارے کہ ٹیم کے چناؤ میں دھاندلی ہوئی' یا ایمپائر نے زیادتی کی' یا گراؤنڈ خراب تھی' یا دوسری ٹیم نے ناجائز حربے استعمال کیے' یا ناظرین نے ہماری ٹیم کے خلاف نعرہ بازی سے ان کی کارکردگی پروان نہ چڑھنے دی' اور جب کوئی دوسرا عذر نہ ملے تو ہم فتویٰ دے دیتے ہیں کہ بس قسمت نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ افسوس ہے کہ ہم کھلے دل سے شاذ ہی اعتراف کرتے ہیں کہ دوسری ٹیم اس لئے جیتی کہ وہ ہماری ٹیم سے زیادہ مشاق تھی اور اس نے بہتر کھیل پیش کیا۔ یقیناً ہمیں جیتنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے لیکن ساتھ ہی ساتھ کھیل کے نتیجہ کو' خواہ وہ ہمارے حق میں ہو یا خلاف' کھلے دل سے اور بغیر بہانہ تراشی کے قبول کر لینا چاہئے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ دوسرے ہمیں تنگ دلی اور کم ظرفی کا طعنہ دینے لگیں۔

میں نے اپنی معروضات میں قاعدہ اور قانون کی پابندی پر زور دیا ہے' اور اس محفل کے پروگرام کے مطابق مجھے اپنے خطاب کے لئے پندرہ منٹ دیئے گئے تھے جن میں سے صرف دو باقی ہیں۔ اس لئے مجھے اب آپ سے اجازت لینی چاہئے اور آپ سب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ آپ نے میرے پریشان افکار اور تلخ گوئی کو برداشت کیا اور مجھے اس شاندار تقریب میں شمولیت کا موقع فراہم کیا۔ اللہ آپ سب کا نگہبان ہو۔

بقیہ صفحہ 1

ہو کر مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں سکھوں میں ہو کر دکھوں میں ہیں۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ہر انسان جس جگہ پر ہے اس سے آگے ترقی نہ کرے۔ (دین حق) تو کہتا ہے ہر وقت آگے بڑھو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو ترقی بھی وہ کرتے ہیں اس میں انہیں سکھ نہیں ہوتا۔ کڑھنا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ہم ترقی کریں آگے بڑھیں یہ تو مبارک ہے لیکن یہ کہ اپنے آپ کو دکھی سمجھنا اسے میں برا قرار دیتا ہوں ایک انسان جو اپنی موجودہ حالت پر خوش ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ یا دنیا والوں میں سے کسی کے احسان سے خوش ہے اور اس خوشی میں اور کوشش کرتا ہے۔ اور آگے بڑھنے کے لئے تیاری کرتا ہے تو وہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن جو اپنی حالت کو دکھ ہی سمجھتا ہے وہ کبھی آرام میں نہیں ہوتا۔ اور احسان فراموشی کے لحاظ سے خواہ خدا کا ہو یا انسانوں کا یہ شخص عذاب کا مستحق ہے ایک لوگوں کا مال چھین لینے والے انسان سے تعلق رکھنے والا انسان کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک (صاحب ایمان) کا معاملہ تو ایسے خدا کے ساتھ ہے جو رب العالمین ہے انسان تو انسان چھوٹے سے چھوٹے کیڑوں کے ساتھ اس کا معاملہ ہے کہ حمد ہی حمد اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ انسان جب ایک گھوڑے یا گدھے کے ساتھ خدا کے معاملے پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی۔ اکثر انسانوں کی حرص کو دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو غلہ پیدا ہوتا ہے اگر سب کا سب غلہ ہی پیدا ہوتا تو انسان تمام کو اپنے گھر میں ڈال لیتا۔ اور بیل کو چرنے کے لئے جنگل میں ہانک دیتا اور اس کو ذرا بھی نہ دیتا لیکن اسے تو رب العالمین نے پیدا کیا تھا۔ انسان کے لئے دانہ اور جانوروں کے لئے توڑی نکال دی۔ اب اگر انسان اسے محروم کرنا چاہے بھی تو محروم نہیں کر سکتا۔ بہرحال اسے دینا ہی پڑے گا۔ ہر چیز میں یہی حال ہے۔ چیونٹی کو کیسا علم عطا کیا ہے۔ کیسا تمدن دیا ہے بے نظیر تمدن ہے۔ انسان میں بھی وہ نہیں پایا جاتا۔ یہ اس میں فطرتی ہے اور انسان کے اپنے اختیار میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تمدن کے لئے چیونٹی قابل ستائش نہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اگر ایک چیونٹی کو ایک دانہ ملتا ہے تو وہ خود نہیں کھائے گی قوم کے خزانے میں داخل کر دے گی۔ وہاں سے پھر جب کھائے گی تو سب اکٹھی کھائیں گی۔ پھر خواہ کوئی زیادہ کھائے یا کم۔ اور لانے کے لئے یہ نہیں کہیں گی کہ فلاں زیادہ لائی ہے اور فلاں کم۔ کیونکہ ہر ایک نے دیانت سے کام کیا اس لئے ہر ایک کا حق ہے۔ جتنا کھا سکے کھائے۔ یہی تمدن ہے۔ جس نے انہیں بچایا ہوا ہے کیونکہ وہ بہت کمزور جانور ہے۔ بہت سے کیڑے تمدن سے قائم ہیں ان میں انسانوں کی طرح ایک مدنیت ہے اور وہ ان میں فطرتاً پیدا کی گئی ہے۔ شہد کی مکھیوں اور بھڑوں میں اور بہت سے جانور اسی قسم کے ہیں کہ ان میں اور اور ذرائع مقرر ہیں۔ مگر ہر ایک کی پرورش کے لئے سلسلہ اور انتظام پیدا کیا ہے۔ غرض حقیر سے حقیر چیزوں کو دیکھ کر الحمد للہ رب العالمین منہ سے نکلتا ہے۔ حقیر سے حقیر چیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کے نیچے لیا ہوا ہے ایسے خدا پر ایمان لانے والا کب خیال کر سکتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں یقین رکھتا ہے کہ میرے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہو رہا ہے۔

(از خطبہ 12- مئی 1916ء)

اطلاعات و اعلانات

نکاح

○ مکرم محمد سرور صاحب ابن مکرم چوہدری محمد انور صاحب ساکن چک نمبر R-93/6 ضلع بہاولنگر کا نکاح ہمراہ مکرمہ ثمینہ اشرف صاحبہ بنت چوہدری محمد اشرف صاحب ساکن R-93/6 ضلع بہاولنگر کے ساتھ مبلغ-/10000 روپے حق مہر پر مورخہ 97-6-6 کو بیت الذکر R-93/6 میں مکرم منور احمد قمر صاحب مربی سلسلہ نے پڑھا۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے بابرکت کرے۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم قمر خواجہ صاحب ابن مکرم خواجہ جلال الدین صاحب 22- اپریل 97ء کو جرمنی میں بوجہ ہارٹ ٹیک 48 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی اہلیہ ایک سال پہلے انتقال کر گئی تھیں موصوف نے اپنے پیچھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو زیر تعلیم ہیں۔ یادگار چھوڑے ہیں۔ جرمنی میں 29- اپریل کو تدفین ہوئی ہے۔ احباب جماعت سے بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل ملنے کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ مکرم ڈاکٹر محمد صادق صاحب مردان میں بوجہ ایکسیڈنٹ وفات پا گئے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے 1964ء میں چارسدہ میں دو بھائی راہ مولا میں قربان ہو گئے تھے اور 1974ء میں گھربار لٹا کر مردان تشریف لائے تھے جماعت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 4 بیٹیاں تین بیٹے سوگوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

○ سدو کی جماعت ضلع گجرات کے فدائی احمدی مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب 18- جون بوقت فجر وفات پا گئے۔ موصوف مولوی امام دین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے داماد تھے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات بلند فرمائے۔

اعلان دار القضاء

○ (مکرم ملک مشرف احمد صاحب بابت ترکہ مکرم ملک منور احمد صاحب)

مکرم ملک مشرف احمد صاحب ابن مکرم ملک منور احمد صاحب ساکن مکان نمبر 44/17 محلہ دار الرحمت وسطی ربوہ نے درخواست دی ہے کہ میرے والد. بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ لہٰذا ان کا قطعہ مکان نمبر 44/17 واقع محلہ دار الرحمت وسطی ربوہ برقبہ 10 مرلہ میرے نام منتقل کر دیا جائے۔ دیگر ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہے۔ جملہ ورثاء کی تفصیل یہ ہے۔

۱- مکرم ملک تنویر احمد صاحب (بیٹا)
۲- مکرم ملک نصیر احمد صاحب (بیٹا)
۳- مکرم ملک مشرف احمد صاحب (بیٹا)

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس ادائیگی پر کوئی اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دار القضاء ربوہ میں اطلاع دیں۔

(ناظم دار القضاء- ربوہ)

ضرورت ہے

○ جماعت احمدیہ اسلام آباد کو اپنے قبرستان کے لئے چوکیدار اور بیت الذکر کے لئے ایک خادم کی ضرورت ہے۔ ایسے صحت مند احباب جن کی عمر 40 تا 50 سال ہو اور خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہوں اپنے صدر/امیر جماعت کی سفارش کے ساتھ 10- جولائی 1997ء کو خاکسار سے بیت الذکر اسلام آباد میں بالمشافہ مل لیں (ریٹائرڈ فوجیوں کو ترجیح دی جائے گی) ڈیوٹی اور ماہانہ مشاہرہ ملاقات میں طے کر لیا جائے گا۔

امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد

خبریں

ربوہ : 26- جون-1997ء
درجہ حرارت کم از کم 29 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 42 درجے سنٹی گریڈ

○ پنجاب اسمبلی نے فنانس بل اپوزیشن کے اعتراضات کے بعد بھاری اکثریت سے منظور کر لیا ہے۔ اپوزیشن کے اراکن نے کہا ہے کہ حکومت کو جس قدر بھاری مینڈٹ ملا ہے اتنے ہی بھاری ٹیکس لگا رہی ہے۔ زرعی ٹیکس وہیکل ٹیکس ریسٹورنٹ ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ عوام کے ساتھ زیاتی ہے۔ لوگ پہلے ہی بہت ٹیکس ادا کر رہے ہیں جو عوام کی قوت برداشت سے باہر ہیں۔ وزیر خزانہ پنجاب ذوالفقار کھوسہ نے حزب اختلاف کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حزاب اختلاف کے اعتراضات مخالفت برائے مخالفت ہیں۔ ریسٹورنٹ۔ ہوٹل لگژری وہیکل اور بڑے مکانوں پر ٹیکس سے غریبوں کا کیا تعلق ہے۔ اپوزیشن دراصل امراء کا دفاع کر رہی ہے۔

○ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس شیخ ریاض احمد نے کرپشن کے الزامات کے تحت ایک سینئر سول جج سمیت تین سول ججوں کو ملازمت سے معطل کر دیا ہے۔ اور انہیں عدالتی امور نمٹانے سے روک دیا ہے۔ ان میں لیہ کے سینئر سول جج میاں حمید جیلانی۔ سول جج انعام اللہ خان اور سول جج کہروڑ رانا بشیر حیدر شامل ہیں۔ مزید ججوں کے خلاف شکایات کا سخت نوٹس لیا جا رہا ہے۔

○ کراچی سے پشاور تک پورا ملک ان دنوں بجلی کے دردناک عذاب میں مبتلا ہے۔ لاہور آدھا شہر اندھیرے میں ڈوبا رہا۔ اور کراچی کے سب سے بارونق کاروباری و صنعتی علاقے میں بھی 14 گھنٹے بجلی بند رہی۔ دوسری طرف واپڈا کے خلاف شہریوں کا احتجاج جاری ہے۔ گجرات میں لوڈشیڈنگ کے خلاف واپڈا کے دفتر پر حملہ کر دیا گیا۔

○ واپڈا نے اسلام آباد کے تمام تھانوں کی بجلی کاٹ دی جبکہ جواباً پولیس نے واپڈا کی گاڑیاں قبضہ میں لے لیں۔ اسلام آباد پولیس دو سال سے واپڈا کے 48 لاکھ روپے کے واجبات کی نادہندہ ہے۔

○ لاہور سے نارووال جانے والی ٹرین پر ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ایک بوگی کے مسافروں سے لاکھوں کی نقدی اور قیمتی اشیاء لوٹ لیں۔ ڈاکوؤں نے مزاحمت پر ایک فوجی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ ڈاکو نارووال سے ایک کلومیٹر پیچھے چلتی ٹرین سے چھلانگیں لگا کر فرار ہو گئے۔

○ وزیر آباد کے اور ہیڈ برج پر ویگن اور بس کے تصادم میں ویگن پل سے نیچے گر گئی۔ جس سے 11 افراد ہلاک اور 70 زخمیوں کو ہسپتال داخل کر دیا گیا ہے۔

○ گوجرانوالہ میں مسلم کمرشل بینک سے 16 روپے لوٹ لئے گئے ہیں۔

○ پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے دوران مسودات قانون کی منظوری کے وقت اس وقت دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی جب متعدد سرکاری ارکان ایوان میں اونگھ رہے تھے اور قانون منظور ہو رہے تھے۔

○ قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ ایمل کانسی کو امریکی کمانڈوز نے اغوا کیا ہے۔ معاملہ سپریم کورٹ میں آنا چاہئے۔ پاک بھارت مذاکرات میں بات آگے نہیں بڑھی۔

○ سب ڈویژن واپڈا ربوہ کی طرف سے جاری کردہ لوڈشیڈنگ پروگرام کے مطابق ربوہ اور احمد نگر میں تاحکم ثانی روزانہ دو گھنٹے بجلی بند رہا کرے گی۔ ربوہ میں روزانہ دوپہر ایک بجے سے دو بجے تک اور شام ساڑھے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک جبکہ احمد نگر اور قرب و جوار کے دیہات میں 4 بجے سہ پہر سے پانچ بجے سہ پہر اور رات ساڑھے 9 بجے سے ساڑھے دس بجے تک بجلی بند رہے گی۔ اس پروگرام پر 24- جون سے عمل ہو رہا ہے۔ لوڈشیڈنگ اوقات کے علاوہ باقاعدگی سے رات کے مختلف اوقات میں ایک گھنٹہ کے لئے برقی رو ربوہ میں بند ہو جاتی ہے۔

فرحت علی جیولرز اینڈ زری ہاؤس
یادگار روڈ ربوہ
پروپرائیٹرز: غلام سرور طاہر اینڈ سنز
فون 213158

ضرورت چائنیز کک
چائنیز کھانا پکانے کی مہارت رکھنے والے ایک باورچی کی ضرورت ہے جو ربوہ میں رہتے ہوں یا ربوہ میں رہائش کے خواہشمند ہوں اس کے علاوہ تندور میں روٹی لگانے والے اور ویٹر کی بھی ضرورت ہے۔
معاوضہ معقول دیا جائے گا۔
رابطہ
چوہدری محمد سلیم۔ فون 212201